حج

برادران اسلام - پچھلے خطبات میں نماز، روزہ اور زکوٰۃ کے متعلق آپکو تفصیل کے ساتھ بتایا جا چکا ہے کہ یہ عبادتیں انسان کی زندگی کو کس طرح اسلام کے سانچے میں ڈھالتی اور اُسکو اللہ کی بندگی کے لیے تیار کرتی ہیں - اب اسلام کی فرض عبادتوں میں سے صرف حج باقی ہے جس کے فائدے مجھے آپکے سامنے بیان کرنے ہیں -

حج کے معنی عربی زبان میں زیارت کا قصد کرنے کے ہیں - حج میں چونکہ ہر طرف سے لوگ کعبہ کی زیارت کا قصد کرتے ہیں، اسلیے اس کا نام حج رکھا گیا - سب سے پہلے اس کی ابتدا جس طرح ہوئی اس کا قصہ بڑا سبق آموز ہے - اس قصے کو غور سے سنیے تاکہ حج کی حقیقت اچھی طرح آپکے ذہن نشین ہو جائے - پھر اسکے فائدوں کا سمجھنا آپکے لیے آسان ہوگا -

کون مسلمان، عیسائی یا یہودی ایسا ہے جو حضرت ابراہیم علیہ السلام کے نام سے واقف نہ ہو؟ دنیا کی دو تہائی سے زیادہ آبادی اُن کو اپنا پیشوا مانتی ہے - حضرت موسیٰ، حضرت عیسیٰ، اور حضرت محمد صلی اللہ علیہم وسلم تینوں اُنہی کی اولاد سے ہیں - اُنہی کی روشن کی ہوئی شمع سے دنیا بھر میں ہدایت کا نور پھیلا ہے - چار ہزار برس سے زیادہ مدت گزری جب وہ عراق کی سرزمین میں پیدا ہوئے تھے - اُس وقت ساری دنیا خدا کو بھولی ہوئی تھی - روئے زمین پر کوئی انسان ایسا نہ تھا جو اپنے اصلی مالک کو پہچانتا ہو اور اُسکے آگے اطاعت و بندگی میں سر جھکاتا ہو - جس قوم میں انہوں نے آنکھیں کھولی تھیں اگرچہ اُس زمانہ میں دنیا کی سب سے زیادہ ترقی یافتہ قوم تھی، لیکن گمراہی میں بھی

وہی سب سے آگے تھی۔ علوم و فنون اور صنعت و حرفت میں خوب ترقی کر لینے کے باوجود اُن لوگوں کو اتنی ذرا سی بات نہ سوجھتی تھی کہ مخلوق کبھی معبود ہونے کا اہل نہیں ہو سکتا۔ اُن کے ہاں ستاروں اور بتوں کی پرستش ہوتی تھی۔ نجوم، فال گیری، غیب گوئی، جادو ٹونے، اور تعویذ گنڈے کا خوب چرچا تھا۔ جیسے آج کل ہندوؤں میں پنڈت اور برہمن ہیں، اسی طرح اُس زمانہ میں بھی پجاریوں کا ایک طبقہ تھا جو مندروں کی محافظت بھی کرتا، لوگوں کو پوجا بھی کراتا، شادی اور غمی وغیرہ کی رسمیں بھی ادا کراتا اور غیب کی خبریں بھی لوگوں کو بتانے کا ڈھونگ رچاتا تھا۔ عام لوگ انکے پھندے میں ایسے پھنسے ہوئے تھے کہ انہی کو اپنی اچھی اور بری قسمت کا مالک سمجھتے تھے، انہی کے اشاروں پر چلتے تھے، اور بے چون و چرا ان کی خواہشات کی بندگی کرتے تھے کیونکہ ان کا گمان تھا کہ دیوتاؤں کے ہاں اِن پجاریوں کی پہنچ ہے، یہ چاہیں تو ہم پر دیوتاؤں کی عنایت ہو گی ورنہ ہم تباہ ہو جائینگے۔ پجاریوں کے اِس گروہ کے ساتھ بادشاہوں کی ملی بھگت تھی۔ عام لوگوں کو اپنا بندہ بنا کر رکھنے میں بادشاہ پجاریوں کے مددگار تھے اور پجاری بادشاہوں کے۔ ایک طرف حکومت اِن پجاریوں کی پشت پناہی کرتی تھی، اور دوسری طرف یہ پجاری لوگوں کے عقیدہ میں یہ بات بٹھاتے تھے کہ بادشاہ وقت بھی خداؤں میں سے ایک خدا ہے۔ ملک اور رعیت کا مالک ہے۔ اُس کی زبان قانون ہے، اور اُس کو رعایا کی جان و مال پر ہر قسم کے اختیارات حاصل ہیں۔ اتنا ہی نہیں، بلکہ بادشاہوں کے آگے پورے بندگی کے مراسم بجا لائے جاتے تھے تاکہ رعایا کے دل و دماغ پر اُن کی خدائی کا خبال مسلط ہو جائے۔

ایسے زمانے اور ایسی قوم میں حضرت ابراہیم پیدا ہوئے۔ اور لطف یہ ہے کہ جس گھرانے میں پیدا ہوئے وہ خود پجاریوں کا گھرانا تھا۔ انکے باپ دادا اپنی قوم کے پنڈت اور برہمن تھے۔ اُس گھر میں وہی تعلیم اور وہی تربیت اُن کو مل سکتی تھی جو ایک پنڈت زادے کو ملا کرتی ہے۔ اسی

قسم کی باتیں بچپن سے کانوں میں پڑتی تھیں۔ وہی پیروں اور پیرزادوں کے سے رنگ ڈھنگ اپنے بھائی بندوں اور برادری کے لوگوں میں دیکھتے تھے۔ وہی مندر کی گدی اُنکے لیے تیار تھی جس پر بیٹھ کر وہ اپنی قوم کے پیشوا بن سکتے تھے۔ وہی نذر و نیاز اور چڑھاوے جن سے ان کا خاندان مالا مال ہو رہا تھا، ان کے لیے بھی حاضر تھے۔ اسی طرح لوگ ان کے سامنے بھی ہاتھ جوڑنے اور عقیدت سے سر جھکانے کے لیے موجود تھے۔ اسی طرح دیوتاؤں سے رشتہ ملا کر اور غیب گوئی کا ڈھونگ رچا کر وہ ادنیٰ کسان سے لیکر بادشاہ تک ہر ایک کو اپنی پیری کے پھندے میں پھانس سکتے تھے۔ اس اندھیرے میں، جہاں کوئی ایک آدمی بھی حق کو جاننے اور ماننے والا موجود نہ تھا، نہ تو انکو حق کی روشنی ہی کہیں سے مل سکتی تھی، اور نہ کسی معمولی انسان کے بس کا یہ کام تھا کہ اس قدر زبردست ذاتی اور خاندانی فائدوں کو لات مار کر محض سچائی کے پیچھے دنیا بھر کی مصیبتیں مول لینے پر آمادہ ہو جاتا۔ مگر حضرت ابراہیم کوئی معمولی آدمی نہ تھے۔ کسی اور ہی مٹی سے ان کا خمیر بنا تھا۔ ہوش سنبھالتے ہی انہوں نے سوچنا شروع کر دیا کہ یہ سورج، چاند اور تارے جو خود غلاموں کی طرح گردش کر رہے ہیں، اور یہ پتھر کے بت جن کو آدمی خود اپنے ہاتھ سے بناتا ہے، اور یہ بادشاہ جو ہمیں جیسے انسان ہیں، آخر یہ خدا کیسے ہو سکتے ہیں؟ جو بے چارے خود اپنے اختیار سے جنبش نہیں کر سکتے، جن میں آپ اپنی مدد کرنے کی بھی قدرت نہیں، جو اپنی موت اور زیست کے بھی مختار نہیں، اُنکے پاس کیا دھرا ہے کہ انسان انکے آگے عبادت میں سر جھکائے، اُن سے اپنی حاجتیں مانگے، اُن کی طاقت سے خوف کھائے اور انکی خدمت گاری و فرمانبرداری کرے؟ زمین اور آسمان کی جتنی چیزیں ہمیں نظر آتی ہیں، یا جن سے کسی طور پر ہم واقف ہیں، ان میں سے تو کوئی بھی ایسی نہیں جو خود محتاج نہ ہو، جو خود کسی بڑی طاقت سے دبی ہوئی نہ ہو، اور جس پر کبھی نہ کبھی زوال نہ آتا ہو۔ پھر جب ان سب کا یہ حال ہے تو ان میں سے کوئی رب کیسے ہو سکتا ہے؟ جب ان میں سے کسی نے مجھ کو پیدا نہیں کیا، نہ کسی کے ہاتھ میں میری

موت اور زیست کا اور میرے نفع اور نقصان کا اختیار ہے، نہ کسی کے ہاتھ میں رزق اور حاجت روائی کی کنجیاں ہیں، تو میں ان کو رب کیوں مانوں اور کیوں ان کے آگے بندگی و اطاعت میں سر جھکاؤں؟ میرا رب تو وہی ہو سکتا ہے جس نے سب کو پیدا کیا، جس کے سب محتاج ہیں اور جس کے اختیار میں سب کی موت و زیست اور سب کا نفع و نقصان ہے۔ یہ دیکھ کر حضرت ابراہیم نے قطعی فیصلہ کر لیا کہ جن معبودوں کو میری قوم پوجتی ہے ان کو میں ہرگز نہ پوجونگا، اور اس فیصلہ پر پہنچنے کے بعد انہوں نے علی الاعلان لوگوں سے کہدیا کہ اِنِّي بَرِيءٌ مِّمَّا تُشْرِكُونَ "جن کو تم خدائی میں اللہ کا شریک ٹھیراتے ہو ان سے میرا کوئی واسطہ نہیں" اِنِّي وَجَّهْتُ وَجْهِيَ لِلَّذِي فَطَرَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ حَنِيفًا وَّمَا اَنَا مِنَ الْمُشْرِكِينَ "میں نے تو سب سے منہ موڑ کر اس ذات کو عبادت و بندگی کے لیے خاص کر لیا ہے جس نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا اور میں ہرگز شرک کرنے والا نہیں ہوں"

اس اعلان کے بعد حضرت ابراہیم پر مصیبتوں کے پہاڑ ٹوٹ پڑے۔ باپ نے کہا کہ میں عاق کر دونگا اور گھر سے نکال باہر کرونگا۔ قوم نے کہا کہ ہم میں سے کوئی تمہیں پناہ نہ دیگا۔ حکومت بھی ان کے پیچھے پڑ گئی اور بادشاہ کے سامنے مقدمہ پیش ہوا۔ مگر وہ یکہ و تنہا انسان سب کے مقابلہ میں سچائی کی خاطر ڈٹ کر کھڑا ہو گیا۔ باپ کو ادب سے جواب دیدیا کہ جو علم میرے پاس ہے وہ تمہیں نہیں ملا اسلیے بجائے اسکے کہ میں تمہاری پیروی کروں، تمہیں میری پیروی کرنی چاہیے۔ قوم کی دھمکیوں کے جواب میں اسکے بتوں کو اپنے ہاتھ سے توڑ کر ثابت کر دیا کہ جنہیں تم پوجتے ہو وہ خود کس قدر بے بس ہیں۔ بادشاہ کے بھرے دربار میں جا کر صاف کہہ دیا کہ تو میرا رب نہیں ہے بلکہ وہ ہے جسکے ہاتھ میں میری اور تیری زندگی و موت ہے اور جسکے قانون کی بندش میں سورج تک جکڑا ہوا ہے۔ آخر شاہی دربار سے فیصلہ ہوا کہ اس شخص کو زندہ جلا ڈالا جائے۔ مگر وہ پہاڑ سے زیادہ مضبوط دل رکھنے والا انسان، جو خدائے واحد پر ایمان لا چکا تھا، اس ہولناک سزا کو بھگتنے کے لیے بھی تیار ہو گیا، اور جب اللہ نے اپنی قدرت سے اس کو آگ میں جلنے

سے بچا لیا تو وہ اپنے گھر بار، عزیز اقارب، قوم اور وطن سب کو چھوڑ چھاڑ کر غریب الوطنی میں ملک ملک کی خاک چھاننے کے لیے نکل کھڑا ہوا۔ جس کے لیے اپنے گھر میں مہنت کی گدی موجود تھی، جو اُس گدی پر بیٹھ کر اپنی قوم کا پیر بن سکتا تھا اور دولت و عزت دونوں جس کے قدم چومنے کے لیے تیار تھیں، اور جو اپنی اولاد کو بھی اس مہنتی کی گدی پر مزے لوٹنے کے لیے چھوڑ جا سکتا تھا، اس نے اپنے لیے اور اپنی اولاد کے لیے جلا وطنی اور بے سروسامانی کی زندگی پسند کی، کیونکہ دنیا کو جھوٹے خداؤں کے جال میں پھانس کر خود مزے کرنا اسے گوارا نہ تھا، اور اسکے مقابلہ میں یہ گوارا تھا کہ ایک سچے خدا کی بندگی کی طرف لوگوں کو بلائے اور اس جرم کی پاداش میں کہیں چین سے نہ بیٹھ سکے۔

وطن سے نکل کر حضرت ابراہیم شام، فلسطین، مصر اور عرب کے ملکوں میں پھرتے رہے۔ خدا ہی جانتا ہے کہ اس مسافرت کی زندگی میں ان پر کیا گذری ہوگی۔ مال و زر کچھ ساتھ لے کر نہ نکلے تھے۔ اور باہر نکل کر بھی اپنی روٹی کمانے کی فکر میں نہیں پھر رہے تھے بلکہ رات دن فکر تھی تو یہ تھی کہ لوگوں کو ہر ایک کی بندگی سے نکال کر صرف ایک خدا کا بندہ بنائیں۔ اس خیال کے آدمی کو جب اسکے اپنے باپ نے اور اسکی اپنی قوم نے برداشت نہ کیا تو اور کون برداشت کر سکتا تھا؟ کہاں اسکی آؤ بھگت ہو سکتی تھی؟ ہر جگہ وہی مندروں کے مہنت اور وہی خدائی کے مدعی بادشاہ موجود تھے، اور ہر جگہ وہی جاہل عوام بستے تھے جو ان جھوٹے خداؤں کے پھندے میں پھنسے ہوئے تھے۔ ان لوگوں کے درمیان وہ شخص کہاں چین سے بیٹھ سکتا تھا جو نہ صرف خود ہی خدا کے سوا کسی کی خدائی ماننے کے لیے تیار نہ تھا بلکہ دوسروں سے بھی علانیہ کہتا پھرتا تھا کہ ایک اللہ کے سوا تمہارا کوئی مالک اور آقا نہیں ہے، سب کی آقائی و خداوندی کا تختہ الٹ دو اور صرف اسکے بندے بن کر رہو؟ یہی وجہ ہے کہ حضرت ابراہیم کو کسی جگہ قرار نصیب نہ ہوا۔ سالہا سال بے خانماں پھرتے رہے۔ کبھی کنعان کی بستیوں میں ہیں تو کبھی مصر میں اور کبھی عرب کے ریگستان میں۔ اسی طرح ساری جوانی بیت گئی اور کالے بال سفید ہوئے۔

اخیر عمر میں جب ۹۰ برس پورے ہونے میں صرف چار سال باقی تھے اور اولاد سے مایوسی ہو چکی تھی، اللہ نے اولاد دی۔ لیکن اس اللہ کے بندے کو اب بھی یہ فکر نہ ہوئی کہ خود خانماں برباد ہوا ہوں تو اب کم از کم اپنے بچوں ہی کو دنیا کمانے کے قابل بناؤں اور انہیں کسی ایسے کام پر لگا جاؤں کہ روٹی کا سہارا مل جائے۔ نہیں، اُس بوڑھے مسلمان کو فکر تھی تو یہ تھی کہ جس مشن کو پھیلانے میں خود اُس نے اپنی عمر کھپا دی تھی، کاش کوئی ایسا ہو جو اُس کے مرنے کے بعد بھی اسی مشن کو پھیلاتا رہے۔ اسی غرض کے لیے وہ اللہ سے اولاد کا آرزومند تھا، اور جب اللہ نے اولاد دی تو اس نے یہی چاہا کہ اپنے بعد اپنے کام کو جاری رکھنے کے لیے انہیں تیار کرے۔ اُس انسانِ کامل کی زندگی ایک سچے اور اصلی مسلمان کی زندگی تھی۔ ابتدائے جوانی میں ہوش سنبھالنے کے بعد ہی جب اس نے اپنے خدا کو پہچانا اور پا لیا تھا تو خدا نے اس سے کہا تھا کہ اَسْلِمْ (اسلام لے آ، اپنے آپ کو میرے سپرد کر دے، میرا ہو کر رہ) اور اس نے جواب میں قول دیدیا تھا کہ اَسْلَمْتُ لِرَبِّ الْعَالَمِیْنَ (میں نے اسلام قبول کیا، میں رب العالمین کا ہو گیا۔ میں نے اپنے آپ کو اسکے سپرد کر دیا)۔ اِس قول و قرار کو اُس سچے آدمی نے تمام عمر پوری پابندی کے ساتھ نباہ کر دکھا دیا۔ اس نے رب العالمین کی خاطر صدیوں کے آبائی مذہب اور اسکی رسموں اور عقیدوں کو چھوڑا، دنیا کے ان سارے فائدوں کو چھوڑا جو محنت کی گدی سنبھالنے سے حاصل ہو سکتے تھے، اپنے خاندان اور قوم اور وطن کو چھوڑا، اپنی جان کو آگ کے خطرے میں ڈالا، جلاوطنی کی مصیبتیں سہیں، ملک ملک کی خاک چھانی، اپنی زندگی کا ایک ایک لمحہ رب العالمین کی اطاعت اور اسکے دین کی تبلیغ میں صرف کر دیا، اور بڑھاپے میں جب اولاد نصیب ہوئی تو اسکے لیے بھی یہی دین اور یہی کام پسند کیا۔ مگر ان آزمایشوں کے بعد ایک اور آخری آزمائش باقی رہ گئی تھی جس کے بغیر یہ فیصلہ نہ ہو سکتا تھا کہ یہ شخص دنیا کی ہر چیز سے بڑھ کر رب العالمین سے محبت رکھتا ہے۔ اور وہ آزمائش یہ تھی کہ یہ اس بوڑھاپے میں، جبکہ پوری مایوسی کے بعد اسے اولاد

نصیب ہوئی ہے، اپنے اکلوتے بیٹے کو رب العالمین کی خاطر قربان کرسکتا ہے یا نہیں؟ چنانچہ یہ آزمائش بھی کر ڈالی گئی، اور جب اشارہ پاتے ہی وہ اپنے بیٹے کو اپنے ہاتھ سے ذبح کرنے پر آمادہ ہو گیا، تب فیصلہ فرمایا گیا کہ ہاں اب تم نے اپنے مسلم ہونے کے دعوے کو بالکل سچ کر دکھایا، اب تم اس کے اہل ہو کہ تمہیں ساری دنیا کا امام بنایا جائے۔ اسی بات کو قرآن میں یوں بیان کیا گیا ہے کہ:

وَاِذِ ابْتَلٰٓى اِبْرٰهٖمَ رَبُّهٗ بِكَلِمٰتٍ فَاَتَمَّهُنَّ ۭ قَالَ اِنِّىْ جَاعِلُكَ لِلنَّاسِ اِمَامًا ۭ قَالَ وَمِنْ ذُرِّيَّتِىْ ۭ قَالَ لَا يَنَالُ عَهْدِي الظّٰلِمِيْنَ (بقرہ - ۱۵)

اور جب ابراہیم کو اس کے رب نے چند باتوں میں آزمایا اور وہ ان میں پورا اتر گیا تو فرمایا کہ میں تجھ کو انسانوں کا امام (پیشوا) بناتا ہوں۔ اس نے عرض کیا اور میری اولاد کے متعلق کیا حکم ہے؟ جواب دیا ان میں سے جو ظالم ہونگے انہیں میرا عہد نہیں پہنچتا۔

اس طرح حضرت ابراہیم کو دنیا کی پیشوائی سونپی گئی اور وہ اسلام کی عالمگیر تحریک کے لیڈر بنائے گئے۔ اب آنحضرت کو اس تحریک کی اشاعت کے لیے ایسے آدمیوں کی ضرورت پیش آئی جو مختلف علاقوں کو سنبھال کر بیٹھ جائیں اور آپ کے خلیفہ یا نائب کی حیثیت سے کام کریں۔ اس کام میں تین آدمی آپ کے لیے قوت بازو ثابت ہوئے۔ ایک آپ کے بھتیجے حضرت لوط علیہ السلام۔ دوسرے آپ کے بڑے بیٹے حضرت اسماعیل علیہ السلام جنہوں نے یہ سن کر کہ رب العالمین ان کی جان کی قربانی چاہتا ہے خود اپنی گردن خوشی خوشی چھری کے نیچے رکھ دی تھی۔ تیسرے آپ کے چھوٹے بیٹے حضرت اسحٰق علیہ السلام

بھتیجے کو آپ نے سدوم کے علاقہ میں بٹھایا، جسکو آج کل شرق اردن (ٹرانس جورڈینیا) کہتے ہیں۔ یہاں اُس وقت کی سب سے زیادہ باجی قوم رہتی تھی اسلیے اسکی اصلاح بھی مدنظر تھی، اور ساتھ ہی دور دراز کے علاقوں پر بھی اثر ڈالنا مقصود تھا کیونکہ ایران، عراق اور مصر کے درمیان آنے جانے والے تجارتی قافلے اسی علاقے سے گذرتے تھے اور یہاں بیٹھ کر دونوں طرف تبلیغ کا سلسلہ جاری کیا جاسکتا تھا۔

چھوٹے صاحبزادے، حضرت اسحٰق کو کنعان کے علاقہ میں آباد کیا جس کو آج کل فلسطین کہا جاتا ہے۔ یہ علاقہ شام اور مصر کے درمیان واقع ہے، اور سمندر کے کنارے ہونے کی وجہ سے دوسرے ملکوں پر بھی یہاں سے اثر ڈالا جا سکتا ہے۔ یہیں سے حضرت اسحٰق کے بیٹے حضرت یعقوب (جنکا نام اسرائیل بھی تھا) اور پوتے حضرت یوسف کی بدولت اسلام کی تحریک مصر تک پہنچی۔

بڑے صاحبزادے حضرت اسماعیل کو حجاز میں مکّہ کے مقام پر رکھا اور ایک مدت تک خود اُنکے ساتھ رہ کر عرب کے تمام گوشوں میں اسلام کی تعلیم پھیلائی۔ پھر یہیں دونوں باپ بیٹوں نے اسلامی تحریک کا وہ مرکز تعمیر کیا جو کعبہ کے نام سے آج ساری دنیا میں مشہور ہے۔ اس مرکز کا انتخاب اللہ تعالےٰ نے آپ فرمایا تھا اور خود ہی اس تعمیر کی جگہ تجویز کی تھی۔ یہ عمارت محض ایک عبادت گاہ ہی نہ تھی، جیسے مسجدیں عموماً ہوا کرتی ہیں، بلکہ اول روز ہی سے اس کو دین اسلام کی عالمگیر تحریک کا مرکز، تبلیغ و اشاعت قرار دیا گیا تھا، اور اس کی غرض یہ رکھی گئی تھی کہ ایک خدا کو ماننے والے ہر جگہ سے کھنچ کھنچ کر یہاں جمع ہوا کریں، مل کر خدا کی عبادت کریں، اور اسلام کا پیغام لیکر پھر اپنے اپنے ملکوں کو واپس جائیں۔ یہی اجتماع تھا جس کا نام "حج" رکھا گیا تھا۔ اِس کی پوری تفصیل کہ یہ مرکز کس طرح تعمیر ہوا، کن جذبات اور کیسی دعاؤں کے ساتھ دونوں باپ بیٹوں نے اس عمارت کی دیواریں اٹھائیں، اور کیسے حج کی ابتدا ہوئی، قرآن مجید میں یوں بیان کی گئی ہے:

اِنَّ اَوَّلَ بَیْتٍ وُّضِعَ لِلنَّاسِ لَلَّذِیْ بِبَکَّۃَ مُبٰرَکًا وَّھُدًی لِّلْعٰلَمِیْنَ فِیْہِ اٰیٰتٌ بَیِّنٰتٌ مَّقَامُ اِبْرٰھِیْمَ وَمَنْ دَخَلَہٗ کَانَ اٰمِنًا (آل عمران - ۱۰)	یقیناً پہلا گھر جو لوگوں کے لیے مقرر کیا گیا وہ وہی تھا جو مکّہ میں تعمیر ہوا۔ برکت والا گھر، اور سارے جہان والوں کے لیے مرکز ہدایت۔ اس میں اللہ کی کھلی ہوئی نشانیاں ہیں، مقام ابراہیم ہے، اور جو یہاں داخل ہو جاتا ہے اس کو امن مل جاتا ہے۔
اَوَلَمْ یَرَوْا اَنَّا جَعَلْنَا حَرَمًا اٰمِنًا	کیا لوگوں نے دیکھا نہیں کہ ہم نے کیسا پُرامن حرم بنایا ہے حالانکہ

وَيُتَخَطَّفُ النَّاسُ مِنْ حَوْلِهِمْ (عنکبوت-۷) اسکے گردو پیش لوگ اُچک لیے جاتے ہیں (یعنی جبکہ عرب میں ہر طرف لوٹ، مار، قتل، غارت گری اور جنگ وجدل کا بازار گرم تھا، اِس حرم میں ہمیشہ امن ہی رہا۔ حتی کہ وحشی بدو تک اپنی حدود میں اپنے باپ کے قاتل کو بھی دیکھ پاتے تو اُس پر ہاتھ ڈالنے کی جرأت نہ کرتے)

وَإِذْ جَعَلْنَا الْبَيْتَ مَثَابَةً لِّلنَّاسِ وَأَمْنًا وَاتَّخِذُوا مِن مَّقَامِ إِبْرَاهِيمَ مُصَلًّى وَعَهِدْنَا إِلَىٰ إِبْرَاهِيمَ وَإِسْمَاعِيلَ أَن طَهِّرَا بَيْتِيَ لِلطَّائِفِينَ وَالْعَاكِفِينَ وَالرُّكَّعِ السُّجُودِ وَإِذْ قَالَ إِبْرَاهِيمُ رَبِّ اجْعَلْ هَٰذَا بَلَدًا آمِنًا وَارْزُقْ أَهْلَهُ مِنَ الثَّمَرَاتِ مَنْ آمَنَ مِنْهُم بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ ...... وَإِذْ يَرْفَعُ إِبْرَاهِيمُ الْقَوَاعِدَ مِنَ الْبَيْتِ وَإِسْمَاعِيلُ رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا إِنَّكَ أَنتَ السَّمِيعُ الْعَلِيمُ رَبَّنَا وَاجْعَلْنَا مُسْلِمَيْنِ لَكَ وَمِن ذُرِّيَّتِنَا أُمَّةً مُّسْلِمَةً لَّكَ وَأَرِنَا مَنَاسِكَنَا وَتُبْ عَلَيْنَا إِنَّكَ أَنتَ التَّوَّابُ الرَّحِيمُ رَبَّنَا وَابْعَثْ فِيهِمْ رَسُولًا مِّنْهُمْ يَتْلُو عَلَيْهِمْ آيَاتِكَ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ وَيُزَكِّيهِمْ إِنَّكَ أَنتَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ (بقرہ ۱۵)

اور جب کہ ہم نے اس گھر کو لوگوں کے لیے مرکز و مرجع اور امن کی جگہ بنایا اور حکم دیا کہ ابراہیم کے مقام عبادت کو جائے نماز بنالو اور ابراہیم اور اسمٰعیل کو ہدایت کی کہ میرے گھر کو طواف کرنیوالے اور ٹھیرنے والے اور رکوع وسجدہ کرنے والے لوگوں کے لیے پاک صاف رکھو، اور جبکہ ابراہیم نے دعا کی کہ پروردگار! اس شہر کو پُرامن شہر بنادے اور یہاں کے باشندوں کو پھلوں کا رزق بہم پہنچا، جو ان میں سے اللہ اور یوم آخر پر ایمان لانے والا ہو...... اور جب ابراہیم اور اسماعیل اس گھر کی بنیادیں اٹھا رہے تھے تو دعا کرتے جاتے تھے کہ پروردگار ہماری اس کوشش کو قبول فرما، تو سب کچھ سنتا اور جانتا ہے۔ پروردگار! اور تو ہم دونوں کو اپنا مسلم (اطاعت گزار) بنا اور ہماری نسل سے ایک ایسی قوم اٹھا جو تیری مسلم ہو اور ہمیں اپنی عبادت کا طریقہ بتا اور ہم پر بخشش کی نظر رکھ کہ تو بڑا بخشنے والا اور مہربان ہے۔ پروردگار! اور تو ان لوگوں میں انہی کی قوم سے ایک ایسا رسول بھیجیو جو انہیں تیری آیات سنائے اور ان کو کتاب اور دانائی کی تعلیم دے اور ان کے اخلاق درست کرے، یقیناً تو بڑی قدرت والا ہے اور بڑا حکیم ہے۔

وَإِذْ قَالَ إِبْرَاهِيمُ رَبِّ اجْعَلْ هَٰذَا
الْبَلَدَ آمِنًا وَاجْنُبْنِي وَبَنِيَّ أَن نَّعْبُدَ الْأَصْنَامَ۔
رَبِّ إِنَّهُنَّ أَضْلَلْنَ كَثِيرًا مِّنَ النَّاسِ
فَمَن تَبِعَنِي فَإِنَّهُ مِنِّي وَمَنْ عَصَانِي فَإِنَّكَ
غَفُورٌ رَّحِيمٌ۔ رَبَّنَا إِنِّي أَسْكَنتُ مِن
ذُرِّيَّتِي بِوَادٍ غَيْرِ ذِي زَرْعٍ عِندَ بَيْتِكَ
الْمُحَرَّمِ رَبَّنَا لِيُقِيمُوا الصَّلَاةَ فَاجْعَلْ أَفْئِدَةً
مِّنَ النَّاسِ تَهْوِي إِلَيْهِمْ وَارْزُقْهُم مِّنَ
الثَّمَرَاتِ لَعَلَّهُمْ يَشْكُرُونَ (ابراہیم-۶)

اور جب کہ ابراہیمؑ نے دعا کی کہ پروردگار! اس شہر کو پُرامن شہر بنا
اور مجھ اور میرے بچوں کو بت پرستی سے بچا۔ پروردگار! ان بتوں نے
بہتیرے لوگوں کو گمراہ کیا ہے، سو جو کوئی میرے طریقہ کی پیروی
کرے وہ تو میرا ہے اور جو میرے طریقہ سے پھر جائے تو یقیناً تو غفور اور
رحیم ہے۔ پروردگار! میں نے اپنی نسل کے ایک حصہ کو تیرے اس
عزت والے گھر کے پاس اس بے آب و گیاہ وادی میں لا بسایا ہے تاکہ یہ
نماز کا نظام قائم کریں، سو اے رب تو لوگوں کے دلوں میں ایسا
شوق ڈال کہ وہ انکی طرف کھنچ کر آئیں اور انکو پھلوں سے رزق
پہنچا، امید ہے کہ یہ تیرے شکر گذار بنیں گے۔

وَإِذْ بَوَّأْنَا لِإِبْرَاهِيمَ مَكَانَ الْبَيْتِ
أَن لَّا تُشْرِكْ بِي شَيْئًا وَطَهِّرْ بَيْتِيَ لِلطَّائِفِينَ
وَالْقَائِمِينَ وَالرُّكَّعِ السُّجُودِ وَأَذِّن فِي
النَّاسِ بِالْحَجِّ يَأْتُوكَ رِجَالًا وَعَلَىٰ كُلِّ ضَامِرٍ
يَأْتِينَ مِن كُلِّ فَجٍّ عَمِيقٍ لِّيَشْهَدُوا مَنَافِعَ
لَهُمْ وَيَذْكُرُوا اسْمَ اللَّهِ فِي أَيَّامٍ مَّعْلُومَاتٍ
عَلَىٰ مَا رَزَقَهُم مِّن بَهِيمَةِ الْأَنْعَامِ
فَكُلُوا مِنْهَا وَأَطْعِمُوا الْبَائِسَ الْفَقِيرَ (الحج-۲۸)

اور جبکہ ہم نے ابراہیم کے لیے اس گھر کی جگہ مقرر کی اس
ہدایت کے ساتھ کہ یہاں شرک نہ کرو، اور میرے گھر کو طواف کرنیوالوں اور
قیام کرنیوالوں اور رکوع اور سجدہ کرنیوالوں کے لیے پاک صاف رکھو،
اور لوگوں میں حج کی عام منادی کردو کہ تمہارے پاس آئیں،
خواہ پیدل آئیں یا ہر دور دراز مقام سے دبلی اونٹنیوں پر آئیں،
تاکہ یہاں آکر وہ دیکھیں کہ ان کے لیے کیسے کیسے دینی و دنیوی
منافع ہیں اور ان چند مقرر دنوں میں اُن جانوروں پر جو اللہ
نے ان کو دیے ہوں، اللہ کا نام لیں (یعنی قربانی کریں)
اور اس میں سے خود بھی کھائیں اور تنگ دست و محتاج لوگوں کو بھی کھلائیں۔

برادران اسلام! یہ ہے اُس حج کی ابتدا کا قصہ جسے اسلام کا پانچواں رکن قرار دیا گیا ہے

اس سے آپ کو معلوم ہو گیا کہ دنیا میں سب سے پہلے جس نبی کو اسلام کی عالمگیر دعوت پھیلانے پر مامور کیا گیا تھا، مکہ اُس کے مشن کا صدر مقام تھا اور کعبہ وہ مرکز تھا جہاں سے یہ تبلیغ دنیا کے مختلف گوشوں میں پہنچائی جاتی تھی، اور حج کا طریقہ اسلیے مقرر کیا گیا تھا کہ جو لوگ خدائے واحد کی بندگی کا اقرار کریں اور اسکی اطاعت میں داخل ہوں، وہ خواہ کسی قوم اور کسی ملک سے تعلق رکھتے ہوں، سب کے سب اِس ایک مرکز سے وابستہ ہو جائیں اور ہر سال یہاں جمع ہو کر اِس مرکز کے گرد طواف کریں، گویا ظاہر میں اپنی اِس باطنی کیفیت کا نقشہ جما دیں کہ انکی زندگی اُس پہیے کی طرح ہے جو ہمیشہ اپنے دُھرے کے گرد ہی گھومتا ہے۔